وکیلِ صحابہ قائدِ اہلسنت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

بانی تحریک خدام اہلسنت پاکستان

حیات و خدمات

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

مکتبہ قاسمیہ
الفضل مارکیٹ ○ ۱۷- اردو بازار ○ لاہور

حیات و خدمات

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

مکتبہ قاسمیہ
الفضل مارکیٹ ۱۷ - اردو بازار لاہور

جدة ، ۱۲ شوال المکرم

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم :

اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا

"بے شک ہم احسن کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے"

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے ماضی قریب میں برصغیر پاک و ہند میں دو عظیم ہستیوں کو تجدید و احیاءِ دین کے لیے منتخب فرمایا تھا، پہلی شخصیت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی ہے، آپ اور آپ کے خلفاء عظام کی مساعی اور تحریک سے عالم اسلام کی دوسری عظیم سلطنت ''سلطنتِ مغلیہ'' کی اصلاح ہوئی اور کرناٹک سے لیکر افغانستان تک اسلام کا پھریرا لہرانے لگا، دینِ متین کو استحکام اور اُمتِ مسلمہ کو سکون و چین نصیب ہوا۔

دوسری شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے صاحبزادگان سے تجدید و اصلاحِ اُمت، علومِ نبوت کی نشر و اشاعت، ملت کے فکر و عمل میں ایک نئی زندگی اور تازگی پیدا کرنے کا وہ عظیم الشان کام لیا جس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے، آج اِنہی بزرگوں کی تحریک و مساعی کی بدولت برصغیر میں علم کی شمع روشن اور مدارسِ دینیہ کا جال بچھا ہوا ہے۔

''تحریکِ دیوبند'' حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کی مبارک و مسعود تحریک کے تسلسل کا نام ہے، عقائد و اعمال ہوں یا افکار و نظریات، شریعت و طریقت ہو یا مذہب و سیاست ہر لائن میں ''تحریک دیوبند'' کی عمارت اُن اصولوں پر اُستوار ہے جو اصول اِن دونوں بزرگوں کے تھے۔

متحدہ ہندوستان میں انگریز کے قدم جما لینے کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے ''تحریک دیوبند'' کے مرکز ''دارالعلوم دیوبند'' کو حفاظتِ دین اور اشاعتِ علوم نبویہ کا ایک مؤثر و منظم اور مضبوط و محکم ذریعہ بنایا، اِس کے خمیر سے ایسے ایسے رجالِ کار تیار ہوئے جن میں سے ہر فرد ملک وملت اور دین و مذہب کے لیے ایک جماعت ثابت ہوا جس نے اپنے علم و عمل، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ ارشاد و نصیحت، اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے اُمت کی اصلاح اور دین کی آبیاری کی، انہی رجالِ کار میں سے ایک نمایاں شخصیت وکیل صحابہ، قائد اہلسنّت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکات سے تنِ تنہا وہ کام لیے جن کا ایک بڑی جماعت سے بھی انجام پانا مشکل نظر آتا ہے، سطورِ ذیل میں مختصر طور پر آپ کے حالات زندگی اور آپ کی دینی وملی خدمات کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے جس سے قارئین آپ کی شخصیت اور آپ کی مساعی وجدوجہد کا کچھ اندازہ کر سکیں گے۔

خاندان، ماحول، نشو ونما اور تعلیم وتربیت:

صوبۂ پنجاب کے موجودہ ضلع چکوال کا ایک قصبہ ''بھیں'' کہلاتا ہے اس قصبۂ بھیں میں ایک بہت بڑے بزرگ حضرت مولانا ابوالفضل کرم الدین دبیرؒ رہا کرتے تھے، آپ کے وجودِ مسعود سے قصبۂ بھیں جو نہایت غیر معروف تھا انتہائی معروف ہو گیا تھا، حضرت مولانا کرم الدینؒ اپنے وقت کے متبحر عالم، بہترین متکلم ومناظر، صاحبِ طرز ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے، دبیر تخلص کرتے تھے، عربی، فارسی، اُردو کے علاوہ پنجابی میں بھی فی البدیہہ اشعار کہتے تھے، یوں

تو آپ نے اہلِ تشیّع، اہلِ حدیث اور قادیانی حضرات، سب ہی سے کامیاب مناظرے کیئے تاہم آپ کا اصل ہدف قادیانیت تھی چنانچہ آپ نے مولانا فقیر محمد جہلمیؒ کے جاری کردہ ہفت روزہ جریدہ ''سراج الاخبار'' میں قادیانیت کے خلاف خوب لکھا اور اور جلسوں میں مرزا قادیانی کو بھرپور تنقید کا نشانہ بنایا، مرزا قادیانی کے معتقدین نے آپ پر یکے بعد دیگرے تین مقدمات قائم کیے جن میں آپ باعزت بری ہوئے، پہلے آپ کا میلان علماء بریلی کی طرف تھا لیکن ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۷ء میں سلانوالی ضلع سرگودھا میں ہونے والے مشہور ومعرکہ آراء مناظرۂ علمِ غیب[1] سے متأثر ہوکر آپ کا رُخ بدل گیا اور اکابر علماء دیوبند کی عقیدت ومحبت آپ کے دل میں گھر کرگئی۔

---

[1] اس مناظرہ کے متعلق حضرت قاضی صاحبؒ رقم طراز ہیں
۱۹۳۷ء/۱۳۵۵ھ میں بمقام سلانوالی ضلع سرگودھا ''علم الغیب'' کے موضوع پر دیوبندی بریلوی علماء کے مابین ایک معرکۃ الآراء مناظرہ ۱۵، ۱۶ ذی الحجہ دو دن رہا، دیوبندی علماء کی طرف سے مناظر حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ فاضلِ دیوبند و خطیب آسٹریلیا جامع مسجد لاہور صدر تھے اور بریلوی علماء کی طرف سے مولوی حشمت علی خان قادری رضوی لکھنوی مناظر اور میرے والد صاحب صدر تھے، دیوبندی علماء کی طرف سے یہ مناظرہ علم غیب بعنوان رودادِ مناظرہ سلانوالی ضلع سرگودھا مسمّٰی باسم تاریخی ''ہوالظفر المبین'' ۱۳۵۵ھ کتابی شکل میں چھپا ہوا میرے پاس موجود ہے ان دنوں میں دارالعلوم بھیرہ میں پڑھتا تھا اس مناظرہ کے سلسہ میں جناب والد صاحب پہلے بھیرہ تشریف لے گئے تھے اور پھر وہاں سے سلانوالی تشریف لے گئے تھے۔ مہتمم مدرسہ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگویؒ نے طلبہ کو اس مناظرہ میں جانے کی اجازت نہیں دی تھی اس لئے میں بھی والد صاحب مرحوم کے ساتھ نہ جاسکا مناظرہ کے بعد والد صاحب مرحوم واپس بھیرہ تشریف لائے اور اس مناظرہ کے متعلق مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ دیوبندی مناظر تو بڑا سنجیدہ تھا لیکن بریلوی مناظر پھکڑ باز تھا بار بار دیوبندی مناظر مولوی منظور کو کہتا کہ میں ناظر تو منظور، میں ناظر تو منظور، اس سے معلوم ہوا کہ والد صاحب دیوبندی مناظر حضرت مولانا منظور نعمانی (وفات ۱۹۹۷ء) کے دلائل سے متأثر ہوکر دیوبندی مسلک کی حقّانیت کو سمجھ گئے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد دوسرے سال شوّال ۱۳۵۶ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر میرا داخلہ منظور کروایا تھا
(ماہنامہ حق چار یارؓ، مکاتیب شیخ الادب نمبر ص ۲۳)

۸ شعبان ۱۳۶۵ھ/ ۱۷رجولائی ۱۹۴۶ء میں آپ کا انتقال ہوا اور ''بھیں'' میں آپ کی تدفین ہوئی، مندرجہ ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں (۱) آفتاب ہدایت (۲) تازیانۂ عبرت (۳) مناظرات ثلاثہ (۴) صداقتِ مذہب نعمانی (۵) السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسول۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ فرزند عطا فرمائے (۱) ضیاء الدین (۲) سراج الدین (۳) فضل حسین (۴) منظور حسین (۵) غازی منظور حسین (۶) مظہر حسین۔

اوّل الذکر سب سے بڑے صاحبزادے تھے چوتھے نمبر کے صاحبزادے منظور حسین بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے ان کے نام پر پانچویں صاحبزادے کا نام بھی منظور حسین رکھا گیا، آپ جوانی میں شہید کر دیئے گئے تھے، سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ تھے جو اپنے والد کے علمی وارث اور جانشین بنے۔

ولادت:

۲۹رذیقعدہ ۱۳۳۲ھ/ ۲۰راکتوبر ۱۹۱۴ء بروز منگل قصبۂ بھیں میں آپ کی ولادت ہوئی اور مظہر حسین نام رکھا گیا۔

تعلیم وتربیت:

تعلیم وتربیت کے متعلق حضرت قاضی صاحبؒ خود تحریر فرماتے ہیں:

''میری دنیوی تعلیم میٹرک تک ہے، سکول میں میں نے عربی لی ہوئی تھی، اس کے بعد فارسی کتب سکندر نامہ تک اور ابتدائی

صرف ونحو کی بعض کتابیں بھی والد صاحب سے پڑھیں، کچھ ترجمہ قرآن مجید بھی پڑھا، اس کے بعد ''اشاعتِ اسلام کالج'' کا دوسالہ کورس پاس کیا، یہ کالج انجمن حمایت اسلام لاہور کی سرپرستی میں قائم ہوا تھا۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی اس کے سرپرست تھے، اس میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی، اس کالج کے پرنسپل کلامِ اقبال مرحوم کے شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم تھے، اور اساتذہ میں جناب مولانا غلام مرشد صاحب مرحوم فاضل دیوبند (جو علامہ محمد انور شاہ صاحب محدث کشمیریؒ کے تلامذہ میں سے تھے) اور مولانا قاضی سراج احمد صاحب مرحوم فاضل دیوبند تھے، یہ اچھے ادیب تھے، ترجمہ قرآن مجید اِنہوں نے ہی پڑھایا، اس کالج میں طلبہ کی تعداد محدود ہوتی تھی اور انجمن کی طرف سے بیس روپیہ ماہانہ وظیفہ ملتا تھا، تقاریر بھی کرائی جاتی تھیں، دوسالہ کورس پاس کرنے والے کو ماہر تبلیغ کی سند ملتی تھی، جمعیت علماء پاکستان کے رہنما جناب مولانا عبدالستار خان صاحب نیازی بھی وہاں میرے ہم کلاس رہے ہیں، اشاعت اسلام کالج لاہور سے فراغت کے بعد ''دارالعلوم عزیزیہ'' بھیرہ ضلع خوشاب میں دو سال تک زیرِ تعلیم رہا، اس وقت مہتمم حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگویؒ تھے، اس دارالعلوم میں بندہ نے موقوف علیہ تک کتابیں پڑھ لیں، دارالعلوم

(عزیزیہ) میں اس وقت بڑے استاذ امام فن مولانا محمد دین صاحب المعروف بہ استاذ بدھو والے تھے، ان سے اصول فقہ میں ’’توضیح تلویح‘‘اور منطق میں ’’حمد اللہ‘‘ وغیرہ پڑھیں، ان کی تقریر بڑی مؤثر ہوتی تھی ان کا ایک اصولی جملہ مجھے یاد ہے کہ ’’خلقِ قبیح قبیح نہیں کسبِ قبیح قبیح ہے‘‘ اس دارالعلوم میں ہدایہ اور مشکوٰۃ شریف بھی پڑھیں، ہدایہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب ہزاروی سے پڑھی، لیکن یہ یاد نہیں رہا کہ مشکوٰۃ شریف کے استاذ کون تھے، اس دارالعلوم میں جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب مرحوم (پیدائش ۱۹۰۵ء بمطابق ۱۳۲۳ھ وفات ۱۹۸۰ء بمطابق ۱۴۰۰ھ) بانی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی بھی مدرس رہے ہیں، میں نے ان سے صرف منطق کی کتاب صغری اور ایساغوجی پڑھی ہے وہ ان کی تدریس کا ابتدائی دور تھا وہ ۱۹۳۷ء میں چند مہینے رہے ان کے جانے کے بعد بدھو والے استاذ تشریف لائے تھے، دارالعلوم عزیزیہ سے فراغت کے بعد رمضان ۱۳۵۶ھ میں حضرت والد صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں بندہ کے داخلہ کے لیے حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم کی خدمت میں عریضہ لکھا تو سلہٹ آسام سے حضرت کا جوابی گرامی نامہ موصول ہوا جس میں میرے داخلہ کو منظور فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ توجہ کرنے کے بعد

دارالعلوم میں آئیں گے۔ آپ کے فرزند کے بارے میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب کو لکھ دیا ہے۔ افسوس کہ بعد کے ہنگاموں میں حضرت کا والا نامہ ضائع ہو گیا۔ اتنا یاد ہے کہ والد صاحب نے فرمایا تھا کہ آج ہندوستان کی ایک بڑی شخصیت کا خط آیا ہے۔ رمضان شریف کے بعد شوال ۱۳۵۶ھ مطابق (جنوری ۱۹۳۸ء) میں والد صاحب کا رقعہ لے کر دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الادب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے انتہائی شفقت سے نوازا داخلہ کا امتحان بھی خود لیا اور چند دنوں کے بعد دارالعلوم کے دار جدید کمرہ نمبر ۱۴ میں رہائش کے لیے مجھے بھیج دیا وہاں تین پشتون طلبہ تھے اور صرف میں اکیلا پنجابی تھا اس کمرہ میں مولانا امیر محمد صاحب متعلم دورہ حدیث ساکن لکی مروت ضلع بنوں مولانا گل سردار صاحب ساکن مندرہ خیل ضلع بنوں اور مولانا احمد علی شاہ صاحب ساکن تترہ خیل ضلع بنوں تھے۔ دو سال ہم نے اس کمرے میں بڑے اچھے برادرانہ تعلقات کی حیثیت سے گزارے۔ دوسرے سال مولانا سردار گل صاحب دورہ حدیث میں میرے ساتھ تھے اور مولانا احمد علی شاہ صاحب ہم سے ایک سال بعد دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ مذکورہ تینوں حضرات میں سے جناب مولانا گل سردار صاحب متوفی (۱۹۹۴ء) اور مولانا احمد علی شاہ

صاحب وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب ہو (آمین) اور جناب مولانا امیر محمد صاحب فاضل دیوبند بھی اب بڑھاپے کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔

(اسباق) پہلے سال مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی اور متنبّی کے اسباق تھے۔ مشکوٰۃ شریف اور مختصر المعانی حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھیں اور گو میں بھیرہ میں مشکوٰۃ شریف پڑھ چکا تھا لیکن حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب کے پاس پڑھنے سے ایک خاص لذت محسوس ہوتی تھی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی کے ہم درس رہے ہیں۔ حماسہ کچھ پہلے پڑھا ہوا تھا لیکن امام فن حضرت شیخ الادب نے جب متنبّی پڑھائی تو اس کی کیفیت ہی نرالی تھی۔ صرف ونحو کے دقائق بیان فرماتے تھے۔ میں نے متنبّی کی تقریر بھی لکھ لی تھی جو بعد میں ضائع ہوگئی اور الحمد للہ متنبّی کے ششماہی امتحان میں بندہ اوّل آیا اور سالانہ امتحان میں دوسرے نمبر پر رہا۔ اور مشکوٰۃ شریف کی کاپی بھی لکھ لی تھی جو گول چوک سرگودھا کے خطیب قاری جلیل صاحب مرحوم نے لی اور کہیں ضائع کر دی۔ دورہ حدیث سے فارغ ہونے پر امرتسر کے مولوی احمد سعید صاحب نے نقل کرنے کے لیے متنبّی کی کاپی لے لی تھی لیکن ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں ان کا

حال معلوم نہیں ہو سکا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور حضرت مولانا عزیر گل صاحب اسیر مالٹا کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا نافع گل صاحب خارج وقت میں شرح عقائد نسفی پڑھایا کرتے تھے بندہ بھی ان کے درس میں شریک ہوتا رہا۔

(دورۂ حدیث): شوال ۱۳۵۷ھ مطابق نومبر ۱۹۳۸ء میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیا بخاری شریف اور ترمذی شریف شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کے پاس تھیں۔ ترمذی شریف دن کو اور بخاری شریف رات کو پڑھاتے تھے اور درس بخاری میں تو حضرت کی روحانیت کا کچھ ایسا اثر محسوس ہوتا تھا کہ گویا دل دھل گئے ہیں۔ درس بخاری اور درس ترمذی کے دوران درس ہی میں بندہ حضرت کے ارشادات لکھ لیتا تھا۔ ترمذی شریف میں حنفیت کے دلائل ہوتے تھے اور بندہ کو تقلید شخصی کے بارے میں شرح صدر حضرت کے درس کے فیضان ہی سے ہوا تھا وللہ الحمد۔

(دیگر اساتذہ کرام): مسلم شریف حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، ابوداؤد شریف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (بانی دارالعلوم کراچی) کے پاس تھیں۔ البتہ شروع میں چند دن حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور طحاوی شریف حضرت مولانا علامہ شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھی لیکن درمیان سال

بحیثیت وزیر تعلیمات ریاست قلات میں تشریف لے گئے تھے۔ مسلم شریف اور طحاوی شریف کی تقریریں بھی میں نے قلمبند کر لی تھیں، لیکن وہ استفادہ کے لیے جناب مولانا غلام یحییٰ صاحبؒ صدر المدرسین جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم نے لیں لیکن اچانک کار کے ایکسیڈنٹ میں ان کا انتقال ہو گیا پھر وہ کاپیاں نہیں مل سکیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور الحمدللہ دورۂ حدیث کے سالانہ امتحان میں بندہ تیسرے نمبر پر پاس ہوا۔ ایک طالب علم مولوی محمد شریف پشاوری نے بھی میرے نمبرات مجھے بھیجے تھے اور اب حضرت مولانا عبدالدیان صاحب نے بھی دارالعلوم سے نمبرات حاصل کر کے مجھے دیئے ہیں''۔[1]

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے علوم جدیدہ و قدیمہ دونوں حاصل کیے تھے، عصری علوم میں میٹرک کا امتحان پاس کیا جو اِس دور کے ایم اے، بی اے سے بڑھ کر تھا، دینی علوم کی تکمیل کے لیے آپ ازھر الہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دو سال وہاں رہ کر کبار اساتذۂ کرام اور بڑے بڑے اساطینِ علم و فضل سے کسب فیض کیا۔

وطن واپسی اور ایک عظیم ابتلاء:

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''شعبان ۱۳۵۸ھ مطابق ستمبر ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم سے

---

[1] ماہنامہ حق چاریارؓ، مکاتیب شیخ الادب نمبر ص ۳ تا ۵۔

فراغت کے بعد میں اپنے وطن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم میں ہی مقیم رہ کر وقتاً فوقتاً سنی دیوبندی مسلک کی تبلیغ کے لیے علاقہ بھر میں جلسے کرتا رہا، ہمارا علاقہ اکابر دیوبند سے آشنا نہ تھا۔ رفض و بدعت کے اثرات پھیلے ہوئے تھے چکوال شہر میں بھی صرف چند گنے چنے افراد اکابر دیوبند سے عقیدت رکھتے تھے الحمدللہ ان جلسوں کے ذریعے عوام اکابر دیوبند کے مسلک حق کو سمجھنے لگ گئے تھے کہ اچانک اپنے گاؤں میں ایک متنازعہ مکان کے بارے میں ہماری لڑائی ہو گئی، مخالف فریق کا سرغنہ ایک چودھری تھا جو اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا چودھری صاحبان سے قرابت داری کی وجہ سے دوسرے گاؤں کا ایک قد آور لڑکا سنی نوجوان بھی اس کی حمایت میں آ گیا تھا۔ اس نے مجھ پر حملہ کرنے میں پہل کی جس سے میں زخمی ہو گیا لیکن میری دفاعی ضرب سے وہ شدید زخمی ہو کر بھاگ نکلا میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا (اور مخالف فریق کے چند اور ساتھی سرغنہ سمیت بھاگ گئے) اور زخم چونکہ شدید تھا اس کو لوگ تین چار کوس کے فاصلہ پر تھانہ ڈوہمن کے ہسپتال لے گئے اور وہ وہاں انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت نصیب ہو (آمین) یہ ۱۲ر جون ۱۹۴۱ء کا واقعہ ہے میں تو چونکہ زخمی تھا

اور مقدمہ سے نکل نہیں سکتا تھا مخالفین نے مقتول مرحوم سے
ہی بیان دلوا دیا کہ اس کو میرے بڑے بھائی مولوی منظور
حسین صاحب نے قتل کیا ہے حالانکہ وہ اس لڑائی میں موجود
ہی نہیں تھے باہر کھیت میں گئے ہوئے تھے۔ اپنے متعلقین میں
سے ملک ستار محمد مرحوم اور ملک فتح دین مرحوم میرے ساتھ ہو
کر لڑے تھے لیکن مقدمے میں ان کے ساتھ ملک فتح دین
مرحوم کے بڑے بھائی ملک محمد اکبر صاحب مرحوم کا نام بھی
مخالفین نے لکھوا دیا تھا حالانکہ وہ اپنے گھر میں تھے، لڑائی میں
شامل ہی نہیں تھے وہ بھی ہمارے ساتھ گرفتار ہوئے ہم پر دفعہ
۳۰۲ کے تحت قتل کا مقدمہ چلا اور بالآخر ہم چاروں کو سیشن جج
جہلم نے عمر قید کی سزا سنا دی اور اس وقت عمر قید کے سزا یافتہ
کو ۲۰ سال قیدی تصور کیا جاتا تھا جس میں سے ۱۴ سالہ قید
بامشقت کاٹنی پڑتی تھی''۔[1]

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ایامِ اسیری میں جیل کے اندر باشارۂ غیبی نماز کے لیے اذان کہنی شروع کر دی تھی جو جیل حکام پر گراں گزرتی تھی اور وہ آپ کو اِس سے بزور روکنا چاہتے تھے لیکن جوں جوں اِن کا انکار بڑھتا تھا حضرت قاضی صاحبؒ کا اصرار بڑھتا جاتا تھا، اِن حالات میں آپ کو بہت سے ابتلاءات و آزمائشوں سے گزرنا پڑا، آپ کو قید تنہائی میں رکھا گیا، چکیوں میں مقید کیا گیا، مختلف قسم کی مشقتوں پر لگایا گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی

[1] ماہنامہ حق چار یارؓ، مکاتیب شیخ الادب نمبر ص ۱۶۔

کے لیے ان سب تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کا حق ادا کرتے رہے، قید کے دوران ہی آپ کے بڑے بھائی غازی منظور حسین شہید کردیئے گئے اور انہی ایام میں آپ کے والدین اللہ کو پیارے ہوگئے۔

بیعت وسلوک، خلافت واجازت:

بیعت کے متعلق حضرت قاضی صاحبؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں جو آپ نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کو تحریر فرمایا تھا۔ رقم طراز ہیں:

''جیل کے ابتدائی ایام میں حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ لکھتا رہا، گو بیعت کے لیے قلبی میلان حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہی تھا مگر پھر بھی حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارہ میں مشورہ حاصل کیا تو شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ نے سنٹرل جیل لاہور کے پتہ پر بندہ کو جواب میں تحریر فرمایا کہ ''برادرم میری نظر میں تو یہی مفید ہے کہ اگر موقع ہو تو آپ حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی صاحب مدظلہٗ سے بیعت کرلیں، بیعت کے سلسلہ میں نہ میں قابل ذکر ہوں نہ میری بیعت، طالب العلمی سے فارغ ہوکر ایک معمولی سی ملازمت کے لیے بھاگلپور جانے لگا تو حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوگیا تھا، آپ نے چونکہ مجھ ہی سے استشارہ کیا تھا اس واسطے میں نے اَلْمُسْتَشَارُ

مُؤتَمَنُ، کے موافق اپنا خیال ظاہر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ وہ وقت لاوے کہ آپ جیل خانہ سے عزت کے ساتھ بری ہوں ۱۰ صفر ۱۳۴۱ھ'' اس کے بعد بندہ نے بذریعہ عریضہ حضرت شیخ الادبؒ کی وساطت سے حضرت مدنی قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے شرف قبولیت بخشا اور شیخ الادبؒ کی وساطت سے ہی ذکر اللہ کی تلقین فرمائی، الحمدللہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے توسل کی برکت سے جیل کے ایام گویا کہ خواب کی طرح گزر گئے، اس دوران میں حضرت الشیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں عریضہ لکھتا رہا اور حضرت بھی اپنی خصوصی شفقت سے نوازتے رہے، بندہ کے دل میں اس امر کا کوئی تصور بھی نہ تھا مگر قید کے آخری ایام میں حضرت مدنی قدس سرہٗ نے دوسروں کو تلقین ذکر وغیرہ کی اجازت عطا فرمادی اور پھر رہائی کے بعد بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا''۔[1]

تقریباً آٹھ سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد آپ ۲۶ رجمادی الاخریٰ ۱۳۶۸ھ/ ۲۶ راپریل ۱۹۴۹ء بروز منگل سنٹرل جیل لاہور سے رہا ہوئے۔ رہائی کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں بھیں تشریف لائے اور دینی وملی خدمات میں مصروف ہو گئے محلّہ کی مسجد زمینداراں کا نام بدل کر فاروقی مسجد رکھا اور اس میں فجر کی نماز کے بعد باقاعدگی کے ساتھ درس قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جمعہ کی نماز مرکزی جامع مسجد اہلسنّت (بھیں) میں پڑھانی شروع کر دی

---

[1] ماہنامہ حق چار یارؓ، اشاعت خاص قائد اہلسنت'' نمبر ص ۳۶۴۔

جس میں آپ عوام الناس کو توحید و رسالت، مقامِ صحابہ واہل بیت، اعمالِ صالحہ کی پابندی اور مروجہ بدعات و رسومات کو چھوڑنے اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید فرماتے رہے، علاقہ کے دیہات میں تبلیغی جلسوں کا سلسلہ قائم فرمایا جن کی برکت سے لوگ دین کی طرف راغب ہونے لگے اور مسجدیں آباد ہو گئیں۔

مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام کی بنیاد:

حضرت قاضی صاحبؒ نے شعبان ۱۳۷۱ھ/ مئی ۱۹۵۲ء میں فاروقی مسجد کی شمالی جانب متصلاً جگہ لیکر ''مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام'' کی بنیاد رکھی اور اس مدرسہ کا پہلا مدرس حضرت مولانا امیر زمان صاحب کو مقرر فرمایا، مدرسہ ترقی کے منازل طے کر رہا تھا اور ابھی تقریباً ڈھائی سال ہی کا عرصہ ہوا تھا کہ چکوال کے احباب بہت زیادہ اصرار کرنے لگے کہ آپ مدرسہ چکوال منتقل کر کے یہاں شہر میں کام کریں۔ آپ نے اپنے شیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ کو خط لکھ کر آپ کی رائے دریافت کی حضرت نے جواباً ارشاد فرمایا: ''مدرسہ کا چکوال میں ہونا زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے، استخارہ مسنونہ سات مرتبہ کیجئے اگر جواب میں کوئی ہدایت ہو تو فبہا ورنہ رجحان قلبی پر عمل کیجئے''۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا جواب آنے کے بعد حضرت قاضی صاحبؒ نے ۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۴ھ/ ۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء بروز جمعۃ المبارک ''مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام'' جامع مسجد امدادیہ راولپنڈی روڈ چکوال میں منتقل فرما دیا، تقریباً تین سال مدرسہ کی مسجد ہی میں جمعہ کا خطبہ دیتے رہے، ۱۹۵۸ء میں مسجد مہاجرین نیا محلہ بھون روڈ چکوال کے منتظم و خزانچی خان سلطان محمود مرحوم اور اہل

محلّہ کی خواہش پر مسجد کی خطابت کے فرائض انجام دینے لگے اور مسجد کا نام مسجد مہاجرین کے بجائے مدنی مسجد تجویز ہوا، مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام کا اہتمام حضرت قاضی صاحبؒ کے ذمہ تھا آپ کی وفات کے بعد مدرسہ کے مہتمم قاری جمیل الرحمٰن صاحب مقرر ہوئے ہیں مدرسہ میں موقوف علیہ تک تعلیم کا انتظام ہے۔

جامعہ اہلسنّت تعلیم النساء کا قیام:

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین کی تعلیم وتربیت اور اُن کے عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے ۱۹۶۰ء میں مدنی مسجد کے متصل عمارت میں اپنی زیرِنگرانی ''جامعہ اہلسنّت تعلیم النساء'' کے نام سے ایک عظیم دینی درس گاہ قائم فرمائی جس کا نظم ونسق اور تعلیم وتربیت کی تمام تر ذمہ داری حضرت کی اہلیہ محترمہ کے سپرد ہوئی، حضرت کی اہلیہ محترمہ حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ کی عزیزہ اور شاگردہ تھیں، اُنہوں نے اپنے خلوص وللّٰہیت اور بہترین استعداد وصلاحیت کی بناء پر اس درس گاہ کو بامِ عروج پر پہنچا دیا، اب تک اس درس گاہ سے چار سو سے زائد طالبات حفظ قرآن اور ہزاروں طالبات قرآن پاک کی عام تعلیم اور سینکڑوں طالبات درس نظامی کے شعبۂ فاضلات کی اَسناد حاصل کر چکی ہیں جبکہ اس وقت جامعہ میں تقریباً ۳۵۵ بیرونی طالبات حفظ قرآن، تفسیر وحدیث اور فقہ پڑھ رہی ہیں، جامعہ کے ماتحت تقریباً پچاس بیرونی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ اس جامعہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں کوئی استاد مرد نہیں ہے تمام تر استاد خواتین ہیں۔ اس مدرسہ کے موجودہ مہتمم حضرت قاضی صاحبؒ کے داماد مولانا زاہد حسین رشیدی زید مجدہم ہیں۔

بیعت وارشاد:

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درس وتدریس، وعظ ونصیحت

کے ساتھ اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی قائم فرمایا: بے شمار افراد نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا، یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت وارشاد کے سلسلہ میں عام مشائخ کی روش سے ہٹ کر خالصتاً اپنے شیخ کے منہج اور طریق کو اپنایا، یہی وجہ ہے کہ آپ بیعت برائے بیعت کے بجائے بیعت برائے اصلاح وتربیت کو ترجیح دیتے تھے، آپ کے یہاں پیری مریدی کے مروجہ لوازمات نظر نہیں آتے، اسی طرح آپ کے یہاں مروجہ مجالس ذکر کے حلقے لگتے دکھائی نہیں دیتے، آپ کے یہاں اسلاف کے طریقہ کے مطابق بیعت وارشاد کا مقصد سالک کے عقائد و نظریات کی اصلاح، سنت کے مطابق اعمال کا اہتمام اور تزکیۂ نفس تھا۔

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اجازت وخلافت کا معیار بہت سخت تھا اس لیے آپ کے خلفاء کی تعداد نظر نہیں آتی چند خوش نصیب افراد ہیں جنہیں حضرت نے بیعت توبہ کی اجازت دی اور صرف ایک بزرگ ہیں جنہیں بیعت سلوک کی اجازت مرحمت فرمائی، حضرت قاضی صاحبؒ نے وفات سے پیشتر جو وصیت نامہ لکھوایا تھا اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ:

''بیعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بیعت توبہ، دوسری بیعت سلوک، بیعت توبہ کی اجازت ہر اس شخص کو دی جاتی ہے جو متشرع اور مخلص ہو، خواہ نسبت باطنی اس کو حاصل نہ ہو، اور بیعت سلوک کی اجازت صاحب نسبت کو دی جاتی ہے......

بندہ نے حسب ذیل حضرات کو بیعت توبہ کی اجازت دی ہے۔

(۱) حضرت مولانا محمد یوسف شیخ الحدیث پلندری آزاد کشمیر

(اسم ذات کی کثرت سے ان کو بھی انشاء اللہ نسبت حاصل ہو سکتی ہے)

(۲) جناب مولانا فضل احمد صاحب مدرس جامعہ امدادیہ فیصل آباد جو حضرت مولانا محمد امین شاہ صاحب مخدوم پور والوں کے داماد ہیں۔

(۳) حضرت مولانا قاری جمیل الرحمٰن صاحب (تاجک حضرو حال مقیم چکوال)

(۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بمقام جہان ضلع حیدر آباد موصوف کی استعداد اچھی ہے، احوال عمدہ ہیں ان کو نسبت حاصل ہے مگر ابھی رسوخ نہیں، اب میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو بیعت سلوک کی اجازت دیتا ہوں (۲۵/ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ) خدا تعالیٰ مجھ سمیت تمام مسلمانوں کی نظریاتی و عملی اصلاح فرمائیں، آمین بحرمۃ سیّد المرسلین"[1]۔

تصنیف و تالیف:

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب کو دعوت و تبلیغ اور تقریر و تذکیر کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، اسی کا اثر تھا کہ آپ کے قلم حقیقت رقم سے مختلف موضوعات پر تین درجن سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں نکل کر شائع ہوئیں، ذیل میں آپ کی تصانیف کے نام درج کئے جا رہے ہیں:

(۱) بشارۃ الدارین بالصبر علیٰ شہادۃ الحسینؓ، (۲) خارجی فتنہ (حصہ

---

[1] ماہنامہ حق چار یارؓ، اشاعت خاص قائد اہلسنت" نمبر ص ۱۹۰

اوّل) (۳) خارجی فتنہ (حصہ دوم) (۴) کشف خارجیت (۵) دفاعِ معاویہ (۶) صحابہ کرام اور مودودی (۷) علمی محاسبہ (۸) مودودی مذہب (۹) مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر (۱۰) مولانا سیّد گل بادشاہ صاحبؒ کا فتویٰ اور مودودی جماعت (۱۱) کیا عورت صدر مملکت بن سکتی ہے؟ (۱۲) مودودی صاحب کے نام کھلی چٹھی (۱۳) جماعت اسلامی شیعہ انقلاب چاہتی ہے (۱۴) عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی (۱۵) جوابی مکتوب (۱۶) ہم ماتم کیوں نہیں کرتے (۱۷) سنی مذہب حق ہے (۱۸) تجلیات صداقت پر ایک اجمالی نظر (۱۹) سنی تحریک الطلبہ کا سنی موقف (۲۰) دینی مدارس کے سنی شیعہ طلبہ کا اتحادی فتنہ (۲۱) صحابہ کرام اور پاکستان (۲۲) سواد اعظم کے ملکی و ملی حقوق کے لیے اہم سنی مطالبات (۲۳) عقیدۂ خلافت راشدہ اور امامت (۲۴) سنی عرضداشت (۲۵) سنی شیعہ متفقہ ترجمہ قرآن کا عظیم فتنہ (۲۶) ایک غیر منصفانہ فیصلہ (۲۷) یادگارِ حسینؓ (۲۸) ایک خطرناک سازش (۲۹) عظمت صحابہ اور حضرت مدنیؒ (۳۰) مکتوب مرغوب (۳۱) احتجاجی مکتوب (۳۲) اصلاحی مکتوب (۳۳) قادیانی دجل کا جواب (۳۴) کشف التلبیس (۳۵) اعجاز الحق بجواب اظہار الحق (۳۶) خدام اہلسنّت کا شرعی منشور (۳۷) تحفظ اسلام پارٹی کا انتخابی موقف وغیرہ۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی تصانیف کے ناموں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کی اکثر تصانیف مذہبِ اہلسنّت والجماعت کی توضیح وتشریح، دفاعِ صحابہ و اہل بیت اور اکابر علماء دیوبند کے مسلک کی ترجمانی میں لکھی گئی ہیں۔

آپ نے اپنی زیر ادارت ایک ماہنامہ مجلّہ ''حق چار یارؓ'' جاری فرمایا

جو مارچ ۱۹۸۹ء سے تاحال شائع ہو رہا ہے، جس میں آپ کے ادارتی مضامین شائع ہوتے رہے، اس رسالے کے بہت سے خاص نمبر بھی شائع ہوئے جن میں آپ نے نہایت قیمتی اور پُر مغز مضامین تحریر فرمائے، اس کے علاوہ مختلف سیاسی و مذہبی موضوعات پر آپ کے وقیع مضامین ملکی روزناموں اور دیگر مجلّات میں شائع ہوتے رہے، آپ کے بہت سے قیمتی مضامین جو غیر مطبوع تھے اُنہیں ماہنامہ ''حق چار یارؓ'' میں سلسلہ وار شائع کیا جا رہا ہے۔ حال ہی میں ماہنامہ ''حق چار یارؓ'' کی جانب سے آپ کی حیات و خدمات کے حوالے سے تقریباً چودہ سو صفحات پر مشتمل ایک خاص نمبر شائع کیا گیا ہے جس میں آپ کی بہت سی نادر تحریرات بھی درج کی گئی ہیں۔

سیاسی زندگی:

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سیاسی ذوق اپنے شیخؒ کی طرف سے ودیعت ہوا تھا، آپ کے شیخ مکرم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سیاست کے امام تھے اس لیے آپ میں سیاسی ذوق ہونا ایک فطری امر تھا، آپ ایک اصول پسند، جرأت مند اور نڈر و بے باک سیاسی رہنما تھے، آپ کی سیاست مذہب کے تابع تھی، حق بات کہنا، حق کے لیے لڑنا، حضرت مرحوم کا خاص امتیاز تھا، اس بارہ میں کسی قسم کی مداہنت کا آپ کبھی شکار نہیں ہوئے نہ وقت کی مصلحتوں نے آپ کو کبھی اظہارِ حق سے روکا۔

اکتوبر ۱۹۵۶ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں جب جمعیت علماء اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہوئی اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر اور آپ

کے حکم سے حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو ناظم مقرر کیا گیا تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قاضی صاحبؒ کو ضلع جہلم کا امیر منتخب فرمایا (ان دنوں چکوال ضلع جہلم میں شامل تھا) ۱۹۶۲ء میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھویؒ کو شمالی پنجاب کا امیر اور حضرت قاضی صاحبؒ کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا پھر جب ۱۹۶۵ء میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا انتقال ہوا تو حضرت قاضی صاحبؒ کو مفتی صاحب کی جگہ شمالی پنجاب کا امیر مقرر کر دیا گیا۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دورِ نظامت وامارت میں جمعیت علماء اسلام کی تنظیم وترقی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور اکابر علماء کے ہمراہ دُور دراز کے دورے کر کے جمعیت کے پیغام کو پھیلایا، افسوس کہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ جمعیت کے ساتھ زیادہ دیر نہیں چل سکے، چنانچہ آپ نے جمعیت کی بعض پالیسیوں سے اختلاف کی وجہ سے ۲۲ جون ۱۹۷۰ء کو استعفاء دے دیا۔

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے باطل کے خلاف اُٹھنے والی ہر تحریک میں مقدور بھر حصہ لیا، ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو اس میں قائدانہ کردار ادا کیا اور جہلم شہر سے ایک بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری پیش کی۔

تحریک خدام اہلسنّت کا قیام:

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ۱۹۶۹ء میں مذہب اہلسنّت والجماعت کی نصرت وحمایت اور اس کی نشر واشاعت کی غرض سے ''مجلس خدام اہلسنّت'' کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جس کا امیر آپ نے حضرت پیر

خورشید احمد صاحبؒ خلیفہ اعظم حضرت شیخ الاسلامؒ کو مقرر کیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جمعیت علمائے اسلام سے منسلک ہونے سے بھی ہمارا مقصد مذہب اہلسنّت والجماعت کا فروغ اور غلبہ تھا۔ جب جمعیت کی اختیار کردہ سیاسی پالیسی سے یہ محسوس ہوا کہ اس طرح تو مذہب اہلسنّت کے اصول کو نقصان پہنچ رہا ہے تو بندہ نے مجلس خدام اہلسنّت کے نام سے ایک مذہبی تنظیم قائم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ حسن اتفاق سے انہی دنوں میں حضرت مولانا سیّد محمد امین شاہ صاحب زیدمجدہم (مرید شیخ الاسلام حضرت مدنی اور خلیفہ حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحبؒ) کے سالانہ جلسہ مخدوم پور پہوڑاں (ضلع خانیوال) میں حاضر تھا تو وہاں حضرت مدنیؒ کے خلیفہ اعظم حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان بھی تشریف لائے ہوئے تھے، جب میں نے آپ کی خدمت میں مجلس خدام اہلسنّت کے قیام کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور جو بھی جلسہ میں مبلغ آتا آپ اس سے فرماتے کہ خدام اہلسنّت میں شامل ہو جاؤ۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ کی تائید و دعا سے بندہ بہت مطمئن ہوا۔ گھر واپس آکر میں نے مجلس خدام اہلسنّت والجماعت کی دعوت کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں مذہب

اہلسنّت کے برحق ہونے کے دلائل پیش کرنے کے بعد آخر میں
خدام اہلسنّت کے قیام کا مقصد بیان کرنے کے بعد یہ لکھا کہ:-

''لہٰذا اس مقصد عظیم کے لیے مخدوم العلماء حضرت مولانا پیر
خورشید احمد شاہ صاحب ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان (خلیفہ
اعظم شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ) کی قیادت وامارت
میں مجلس خدام اہلسنّت والجماعت کے نام سے ایک جماعت
قائم کردی گئی ہے اور اس جماعت کی دعوت کوئی نئی نہیں بلکہ
اس کا مقصد چودہ سو سال کے مذہب اہلسنّت کی ہی تبلیغ و
حفاظت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے محررہ بالا ارشاد کی
روشنی میں ضروری ہے کہ مسلمانان اہلسنّت، اپنے مذہب حق
کی بنیاد سنت و جماعت کے تحت دین اسلام کی تبلیغ وحفاظت
کریں۔ ہم تمام سنی مسلمانوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں
کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے مذہب کی خدمت و
اشاعت کا فریضہ انجام دیں۔ وما علینا الا البلاغ۔ اللہ
تعالیٰ ہم سب کو اخلاص وہمت عطا فرمائیں۔ آمین''۔
(۲۱ر رجب ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۶۹ء)[1]

حضرت پیر خورشید احمد صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت قاضی صاحبؒ
مجلس کے امیر مقرر ہوئے اور تاحیات آپ ہی امیر رہے، حضرت قاضی صاحبؒ

---

[1] ماہنامہ حق چار یارؓ، مولانا عبداللطیف جہلمی'' نمبر ص ۵۵

کی وفات کے بعد حضرت کے صاحبزادہ قائد محترم حضرت مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر صاحب کو امیر مقرر کیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ پہلے اس جماعت کا نام مجلس خدام اہلسنّت تھا بعد میں مجلس سے بدل کر تحریک کر دیا گیا۔

اوصاف وکمالات، خصوصیات وامتیازات:

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو ڈھیروں خوبیوں سے نوازا تھا، آپ صاحبِ کشف وکرامت اور مرتاض بزرگ تھے، آپ کی نسبت قوی زود اثر اور متعدی تھی جو بھی آپ کے پاس بیٹھتا تھا اس پر آپ کی روحانی نسبت کا اثر پڑتا تھا، آپ کو ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے والہانہ لگاؤ تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ آپ نے ساری زندگی مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ اور صحابہ کرام کے دفاع میں گزاری، آپ جذبۂ اتباعِ سنت سے سرشار تھے، زندگی کے آخری لمحات تک اتباعِ سنت پر عمل پیرا رہے، آپ سات مرتبہ حجِ بیت اللہ اور نو مرتبہ عمرہ کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ اِن اَسفار میں آپ رویائے صالحہ اور بشاراتِ مَنامیہ کے ساتھ ساتھ خصوصی الطاف وعنایاتِ ربانیہ سے مستفید ہوئے۔

آپ کی ذات میں استغناء کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ساری زندگی تبلیغ دین کی خدمت انجام دی جس کی بدولت ہزاروں افراد کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی، بڑے بڑے افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں آئے لیکن کبھی آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے مالی منفعت حاصل نہیں کی، بلکہ خود اپنی جیب سے علماء وطلباء کی

امداد فرماتے رہے، تواضع اور عاجزی آپ کا شعار تھا، نام ونمود سے نفرت تھی، اپنے نام کے ساتھ تعظیمی کلمات اور القابات لگانے کو انتہائی ناپسند فرماتے تھے۔ خوش خلقی، وضعداری اور ملنساری میں بے مثال تھے، آپ سے ملنے والا ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ آپ کا تعلق سب سے زیادہ اُسی سے ہے، خورد نوازی میں ممتاز تھے چھوٹوں کو آگے بڑھانے اور اُنہیں کام کا سلیقہ سمجھانے میں خوشی محسوس فرماتے تھے، خانوادۂ مدنی سے عشق تھا، آستانۂ مدنی سے جو بھی آتا آپ دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوتے تھے، آپ عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے اکابر دیوبند کے سچے جانشین تھے، دیوبندیت اپنی پوری روح کے ساتھ آپ کے اندر رچی بسی ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کے قلم اور زبان نے ہر باطل اور ہر فتنہ کا مقابلہ کیا اور کبھی کسی مصلحت یا تساہل کا شکار نہ ہوئے، آپ کوہِ استقامت تھے مخالف ہواؤں کے ہزار تھپیڑوں کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آئی، آپ کے اندر مذہبی حمیت وغیرت اور تَصَلُّبٌ فی الدین کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اکابر دیوبند کے سچے وارث تھے اکابر کے عقیدۂ و مسلک سے سرِ مو انحراف گوارا نہیں فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، آپ تا حیات باطل کے خلاف چومکھی لڑائی لڑتے رہے لیکن کبھی راہِ اعتدال اور جادۂ مستقیم سے نہیں ہٹے، آپ نے رافضیت، خارجیت، ناصبیت اور مودودیت کے خلاف تنِ تنہا وہ کام کیا جو ایک جماعت سے بھی ممکن نہیں۔

وفات حسرت آیات:

حضرت قاضی صاحبؒ پیرانہ سالی کی وجہ سے نہایت کمزور ہو گئے تھے، علالت نے بھی طول اختیار کر لیا تھا لیکن اِن حالات میں بھی ہوش وحواس درست

اور ذہن بالکل حاضر تھا، ہر ایک کی بات سنتے اور جواب مرحمت فرماتے تھے، وفات سے چند ساعت قبل تیز بخار ہو گیا تھا بار بار زبان سے اللہ جی اللہ جی فرماتے تھے، بروز پیر بوقتِ سحر تقریباً پونے چار بجے زبان مبارک کو حرکت دینے لگے، زبان کے اُتار چڑہاؤ سے اندازہ ہوتا تھا کہ کلمۂ طیبہ کا ورد فرما رہے ہیں، اس حالت کو دیکھ کر پاس بیٹھے ہوئے احباب نے بھی کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا، اسی اَثناء میں نہایت سکون کے ساتھ آپ نے ایک سانس اُوپر کی طرف لیا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کا سانحۂ ارتحال ۳رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ/ ۲۶رجنوری ۲۰۰۴ء بروز پیر کو پیش آیا۔ وفات کی خبر آناً فاناً جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور بڑی تعداد میں متوسلین ومعتقدین علماء وعوام مدنی مسجد پہنچنا شروع ہو گئے، نماز فجر کے بعد مولانا قاری جمیل الرحمٰن، پروفیسر حافظ محمد عمر، محترم نثار معاویہ اور حافظ احسن خدامی وغیرھم نے غسل دیا۔ ظہر کی نماز کے بعد جنازہ گورنمنٹ کالج چکوال کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں لایا گیا۔ یہاں علماء و عوام کے جم غفیر نے اپنے محبوب قائد کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی، نماز جنازہ کی امامت کے فرائض حضرت مولانا قاری خبیب عمر صاحب زید مجدھم نے ادا کیے، نماز جنازہ سے فراغت کے بعد آپ کی میت عقیدت واحترام کے ساتھ آپ کے آبائی گاؤں بھیں روانہ ہو گئی، تقریباً پانچ بجے شام ہائی اسکول کی گراؤنڈ میں آپ کے صاحبزادۂ محترم نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت کی وصیت تھی کہ اُنہیں والدِ محترم کی قبر کے ساتھ دفن کیا جائے چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے والد ماجد کی قبر کے ساتھ آپ کی تدفین ہوئی، رحمه الله رحمة واسعة۔

اولاد واحفاد:

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی دو شادیاں ہوئیں پہلی زوجۂ محترمہ سے حضرت قاضی ظہور الحسین اظہر اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں، دوسری زوجۂ محترمہ سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، حضرت قاضی ظہور الحسین اظہر صاحب کو تحریک خدام اہلسنّت کا امیر مقرر کیا گیا ہے۔ آپ اپنی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ تحریک کی امارت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مساعیِ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے۔ اپنی شایانِ شان آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ کے لگائے ہوئے گلشن کو ترقی اور آپ کے جاری کردہ مشن کو کامیابی عطا فرمائے اور آپ کے اَخلاف کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ النبی الامین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

اخوکم فی اللہ
نعیم الدین

۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ، ۱۵ فروری ۲۰۰۶ء

خُدامِ اہلِ سنت کی دعاء

خدایا اہلِ سنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص وصبر وہمت اور دیں کی حکمرانی دے
تیرے قرآن کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہ ﷺ کی سنت کا ہر سُو نور پھلائیں
وہ منوائیں نبی ﷺ کے چار یاروںؓ کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ وحیدرؓ کی خلافت کو
صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِؓ نبی پاک ﷺ کی ہر شان منوائیں
حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاء کی بھی محبت دے خدا ہم کو
صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم وایران کو تہہ و بالا
تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں
تیرے کُن کے اشارے سے ہو پاکستان کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دین کا غلبۂ کامل
ہو آئینی تحفظ ملک میں ختم نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو
تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاک ﷺ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی
تیری توفیق سے ہم اہلِ سنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم
نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہر ناداں
تیری نصرت ہو دنیا میں، قیامت میں تیری رضواں